دارالافتاء جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن
(کراچی)

رئیس دارالافتاء حضرت اقدس مفتی سید نجم الحسن امروہوی مدظلہ

تاریخ الوصول ۲۸/اپریل ۲۰۰۸ء، ۲۱/ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — الرقم المسلسل ۲۷۲۹

تاریخ الاجراء ۵/مئی ۲۰۰۸ء / ۲۸/ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — رقم الایصال ۱۳۰۶

سوال.....کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کسی آدمی کو دین میں کمی بیشی کرنے کا اختیار ہے۔ اگر نہیں تو حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا ''الصلوۃ خیر من النوم''، نماز تراویح باجماعت، چار تکبیروں پر نماز جنازہ، متعہ کو حرام قرار دینا، تین طلاقوں کو ایک ساتھ دیا تو طلاق بائن قرار دینا اور قیاس کو اصول قائم کرنا، کہاں تک درست ہے، کیا یہ صراحتاً مداخلت فی الدین نہیں ہے؟ جو ناجائز اور حرام ہے؟

المستفتی

محمد بلال، راولپنڈی

الجواب حامداً و مصلیاً.....خالق ارض وسماء کے فرمان ''الیوم أکملت لکم دینکم'' کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر عام وخاص پر یہ امر بخوبی واضح ہے کہ خداتعالیٰ نے دینِ اسلام کی تکمیل فرمادی ہے لہٰذا کسی کے لئے مداخلت فی الدین کی قطعی طور پر کوئی اجازت نہیں، لیکن مداخلت فی الدین کا جو مفہوم آپ سمجھے ہیں (الأمان والحفیظ) شاید ہی کوئی سمجھا ہو، کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی رسول اور تاریخ ساز شخصیت سے متعلق غلط بیانی کرکے ان کو متہم قرار دے دینا، جو کہ آپ کی لاعلمی اور کم فہمی پر منہ بولتا ثبوت ہے، مداخلت فی الدین وہ نہیں ہے جو آپ سمجھے ہیں بلکہ مداخلت فی الدین یہ ہے کہ خداتعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کو نظرانداز کرکے دین کے معاملہ میں اپنی ذاتی رائے قائم کرنا، تو جو اعتراضات آپ نے حضرت عمرؓ پر اٹھائے ہیں وہ سب لغو ہیں۔

اس لئے کہ صورت مسئولہ میں ذکر کردہ مسائل سب کے سب منصوص ہیں جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان مسائل کے راجح دلائل کو مرجوح پر ترجیح دے کر یا منسوخ کو ترک کرکے ناسخ پر عمل کرکے امت مسلمہ کو ایک امر پر مجتمع کیا جو کہ ان کا عظیم کارنامہ ہے، پس جب یہ مسائل منصوص ہیں تو ان کو ذاتی اجتہاد کی طرف حاجت ہی نہیں تھی البتہ آپ اپنے ایمان کی فکر کریں۔ صورت مسئولہ میں تحریر کردہ سوالات کے جوابات اختصار کے ساتھ تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱).....متعدد روایات سے ثابت ہے کہ فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت بلالؓ نے کیا۔ (المعجم الکبیر ۱/۳۵۵)۔ جبکہ مؤطا امام مالک کی جس روایت میں اس کی زیادتی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، تو اس سے مؤذن کو تنبیہ کرنی مقصود تھی کہ اس کلمہ کی مشروعیت فجر کی اذان کے ساتھ مختص ہے لہٰذا اذان ہی میں اس کلمہ کو باقی رکھو جو کہ اس کا محل ہے، نیند سے بیدار کرنے کیلئے اس کلمہ کو استعمال نہ کرو۔ (مرقاۃ المفاتیح ۲/۳۲۳)

(۲).....متعدد صحیح اور صریح روایات میں یہ مضمون ملتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تراویح باجماعت پر استمرار کو ترک کردینے کی علت امت پر فرضیت کا اندیشہ تھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ تراویح باجماعت تداعی کے طور پر آپ سے ثابت ہیں۔ (جامع الترمذی ۱/۱۶۶) عن أبی ذر قال صمنا مع رسول اللہ ﷺ فلم یصل بنا حتی بقی سبع من الشھر فقام بنا حتی ذھب ثلث اللیل ثم لم یقم بنا فی السادسۃ وقام بنا فی الخامسۃ حتی ذھب شطر اللیل فقلنا یارسول اللہ لو نفلتنا بقیۃ لیلتنا ھذہ فقال انہ من قام مع الامام حتی ینصرف کتب لہ قیام لیلۃ ثم لم یصل بنا حتی بقی ثلٰث من الشھر وصلی بنا فی الثالثۃ ودعی أھلہ ونساءہ فقام بنا حتی تخوفنا الفلاح قلت وما الفلاح قال السحور قال أبو عیسی ھذا حدیث حسن صحیح، نیز بیس رکعت تراویح کا ثبوت بھی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے (الکتاب المصنف لابن ابی شیبۃ ۲/۱۶۶)..... عن ابن

Scanned by CamScanner

عباس أن رسول الله ﷺ كان يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر، غرض آپ کے وصال کے بعد جب فرضیت کا اندیشہ ختم ہوا تو آگے چل کر عہد فاروقی میں تراویح باجماعت کا التزام کیا گیا جو کہ باجماع ثابت ہیں۔ (صحیح البخاری ۱/۲۶۹، اعلاء السنن ۷/۶۸، ۷۲)

(۳)......تکبیرات نماز جنازہ کے سلسلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کرام کو جمع کر کے ارشاد فرمایا کہ آپ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں، اگر آپ اختلاف کریں گے تو آپ کے بعد آنے والے لوگ بھی اختلاف کریں گے پس آپ کسی ایک امر پر مجتمع ہو جاؤ کہ بعد میں آنے والے بھی اسی امر پر مجتمع رہیں تو یہ طے پایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل کو جو کہ آپ نے حضرت نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی اس میں آپ نے چار تکبیرات کہی تھیں، تو آپ کا یہ عمل زائد تکبیرات کے حق میں ناسخ قرار دے دیا گیا اور چار تکبیرات پر اجماع منعقد ہو گیا اور اجماع شرعاً حجت ہے۔ (مسند الإمام الأعظم صـ ۱۰۲)۔ ابو حنيفه عن حماد عن ابراهيم عن غير واحد ان عمر بن الخطاب رضى الله عنه جمع اصحاب النبى ﷺ فسالهم عن التكبير قال لهم انظروا آخر جنازة كبر عليها النبى ﷺ فوجدوه قد كبر أربعا حتى قبض قال عمر فكبروا أربعا. (صحیح البخاری ۱/۱۷۸، شرح مسلم للنواوی ۱/۳۰۹، اعلاء السنن ۴/۲۵۴، ۲۵۵)

(۴)......متعہ کے باب میں مختار قول یہ ہے کہ فتح مکہ کے تین دن بعد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو ہمیشہ کیلئے حرام قرار دے دیا تھا (صحیح مسلم ۱/۴۵۱)......عن اياس بن سلمة عن أبيه قال رخص رسول الله ﷺ عام أوطاس في المتعة ثلاثا ثم نهى عنها، نیز حجۃ الوداع کے موقع پر تحریم متعہ کی تاکید یا اشاعت کی گئی، جس سے آپ کی غلط بیانی کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ متعہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حرام قرار دیا تھا حالانکہ متعہ تو عہد نبوی ہی میں حرام قرار دیا گیا تھا، تاہم حضرت عمرؓ نے اس ناسخ حدیث کے پیش نظر ان لوگوں کو متعہ کرنے سے روکا جن تک ناسخ حدیث نہیں پہنچی تھی، تو یہ کہنا کہ یہ روکنا ذاتی اجتہاد کی بنیاد پر تھا، سراسر غلط ہے۔ (سنن ابن ماجه صـ ۱۴۱، شرح مسلم، للنواوی ۱/۴۵۰، فتح الباری ۹/۱۴۱)

(۵)......طلقاتِ ثلاثہ کے وقوع کا اعتبار خواہ ایک ہی کلمہ کے ساتھ ہو یا متفرق طور پر، قرآن وحدیث کے نصوص اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔ (صحیح البخاری ۲/۷۹۱) عن عائشة أن رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبي صلى الله عليه وسلم أتحل للأول قال لاحتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول (سنن النسائی ۲/۸۲)......مخرمة عن أبيه قال سمعت محمود بن لبيد قال أخبر رسول الله ﷺ عن رجل طلق إمرأته ثلث تطليقات جميعا فقال غضبانا ثم قال ايلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم حتى قام رجل وقال يا رسول الله الأقتله، اس کے برخلاف حضرت رکانہؓ کی طلاق کا واقعہ جو کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، تو ان روایات میں شدید اضطراب ہے، بعض روایات میں تین طلاق دینے کا اور بعض میں طلاق بتہ دینے کی تصریح ہے جبکہ امام ابوداؤدؒ نے طلاق بتہ والی روایت کو ترجیح دی ہے، اسی اضطراب کی وجہ سے امام بخاریؒ نے اس روایت کو معلل اور حافظ ابن عبدالبرؒ نے ضعیف جبکہ امام جصاصؒ اور شیخ ابن ہمامؒ نے منکر قرار دیا ہے اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت رکانہؓ نے تین طلاقیں دی تھیں جبکہ بعض میں لفظ بتہ کا ذکر ہے تو آپ نے حضرت رکانہؓ کو قسم دلائی کہ کیا آپ نے ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی، اگر عہد نبوی میں طلقاتِ ثلاثہ کے وقوع کا اعتبار نہ ہوتا تو آپ نے حضرت رکانہؓ کو قسم کیوں دلائی؟ غرض اس محتمل روایت کے مقابلہ میں ان نصوص پر عمل کیا جائے گا جو کہ اس باب میں صریح ہیں اور جن کی مزید تائید اجماع صحابہ سے ہوتی ہے۔ (الجامع لأحكام القرآن ۳/۱۲۸، صحيح البخاری ۲/۷۹۱، سنن أبي داؤد ۱/۳۰۰، السنن الكبرى للبيهقي ۷/۳۲۶، مصنف عبدالرزاق ۶/۳۹۳، تكملة فتح الملهم ۱/۱۵۹)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ

فخر الدین مانسہروی

دار الافتاء جامعہ دار العلوم یاسین القرآن

۱۴۲۹ جمادی الاول

7 MAY 2006

رئیس دار الافتاء

المفتی السید نجم الحسن

Scanned by CamScanner